انفرادی اور اجتماعی اخلاقی تربیت سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں

Individual and Collective Moral Training in the Lightof the Seerah of the Prophet (PBUH)

Mujahid Husain
PhD Scholar
Qurtuba University of Science and Information Technology Dik
Email: mujahidbuzdar473@gmail.com

ABSTRACT

Morality serves as the foundation of any society, and in Islam it holds a central and pivotal position. Islamic teachings, while emphasizing beliefs, worship, and social dealings, also include the moral development of the individual among the primary objectives of the religion. The blessed life of the Prophet Muhammad ﷺ is the practical embodiment of noble character. He ﷺ initiated individual training through inner purification and sincerity of intention, and then taught and encouraged moral qualities such as truthfulness in speech and action, patience, gratitude, modesty, chastity, and humility.The Prophetic Seerah presents not only a comprehensive concept of individual character-building but also the formation of an organized, just, and peaceful social system, prominently reflecting principles such as brotherhood, equality, tolerance, and collective consultation.The present study offers an analytical review of the prominent aspects of individual and collective moral training in the light of the Seerah of the Prophet ﷺ. The aim of this research is to clarify how the lifestyle of the Holy Prophet ﷺ provides a practical and effective model to address modern-day moral decline and social chaos. In an age when humanity is suffering from moral disintegration and selfishness, the Prophetic Seerah offers a holistic moral system that can reform individuals and lay the foundation for an exemplary and welfare-oriented society.

Key Words:
Moral values, Prophetic Seerah, individual training, collective behavior, Prophetic strategy, Islamic society, morality

تمہید:

اسلام نہ صرف ایک عقیدہ ہے بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو انسان کی فکری، روحانی، اخلاقی اور معاشرتی تمام جہات کا احاطہ کرتا ہے۔ اس دینِ فطرت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے صرف عبادات و عقائد کی رہنمائی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اخلاقی تربیت کو انسانی شخصیت کی تعمیر کا بنیادی ستون قرار دیا۔ قرآنِ کریم کی تعلیمات اور سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ اس حقیقت کو عیاں کرتا ہے کہ اسلامی معاشرہ ایک ایسے فرد پر قائم ہوتا ہے جو اعلیٰ اخلاق کا پیکر ہو، اور ایسی جماعت پر مشتمل ہو جو عدل، احسان، رواداری اور ایثار کے اصولوں پر کاربند ہو۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد ہی اخلاق کی تکمیل اور انسانی کردار کی اصلاح تھا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "إنما بعثت لأتمم مکارم الأخلاق" (میں تو اسی لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ اخلاق کی بہترین قدروں کو مکمل کروں)۔ سیرتِ طیبہ کا ہر پہلو اخلاقی تربیت کی جھلک پیش کرتا ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی میں وہ تمام اوصاف جمع تھے جنہیں انفرادی و اجتماعی سطح پر نمونہ بنایا جاسکتا ہے، جیسے صدق و دیانت، حلم و بردباری، عفو و درگزر، عدل و انصاف، خدمتِ خلق اور اتحاد و اخوت۔

انفرادی اخلاقی تربیت میں نبی ﷺ نے ہر شخص کو خود احتسابی، تقویٰ، صبر، شکر، اور عزم و استقلال جیسے اوصاف اپنانے کی تلقین کی، تاکہ ہر فرد ایک مضبوط کردار کا حامل بنے۔ جبکہ اجتماعی تربیت کے دائرے میں معاشرتی انصاف، حقوق العباد، باہمی تعاون، صلح رحمی، اور معاشرتی فلاح کے اصولوں کو فروغ دیا تاکہ ایک مضبوط اور مہذب اسلامی معاشرہ تشکیل پاسکے۔

عہدِ نبوی ﷺ میں مدینہ منورہ میں قائم ہونے والی اسلامی ریاست ایک ایسی عملی مثال ہے جہاں انفرادی اور اجتماعی اخلاقی اصولوں کو قانون، عدل، تعلیم، اور معاشرت کے تمام شعبوں میں نافذ کیا گیا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف تربیتی خطبات اور تعلیمات کے ذریعے لوگوں کی اخلاقی اصلاح کی بلکہ اپنی عملی زندگی سے ہر موقع پر کامل اسوہ پیش کیا۔

اس تحقیقی مطالعے کا مقصد یہی ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی اخلاقی تربیت کے اصولوں کو واضح کیا جائے، اور یہ دکھایا جائے کہ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے آج بھی ہم کس طرح معاشرتی بگاڑ، اخلاقی انحطاط اور فردی انتشار کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔

سیرتِ نبوی ﷺ کا اخلاقی پہلو

نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا سب سے روشن پہلو آپ کا اعلیٰ اخلاق ہے، جسے خود ربِ ذوالجلال نے یوں سراہا:

"وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ"۔[1]

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی اخلاقی عظمت الٰہی سند رکھتی ہے۔ حضور ﷺ کی ذاتِ مبارکہ نہ صرف اخلاقیات کا عملی نمونہ تھی بلکہ آپ نے معاشرے کے ہر طبقے کو اعلیٰ انسانی اقدار سے روشناس کرایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ:

"كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ" [i]

آپ کا اخلاق قرآن تھا۔

جس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی سیرت قرآن کے عملی مظاہر کی کامل تصویر تھی۔ اخلاقِ نبوی کی جامعیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے جہاں انفرادی سطح پر صدق، امانت، حلم، عفو و درگزر جیسے اوصاف کو رواج دیا، وہیں اجتماعی سطح پر عدل،

---

[1] القلم:4

مساوات، رواداری اور حسنِ سلوک جیسے اصولوں کو نافذ کیا۔ آپ نے نہ صرف قولی نصیحت کی بلکہ ہر خلقِ حسنہ کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کر کے دکھایا۔ چنانچہ جب ایک شخص نے آپ ﷺ سے نصیحت طلب کی تو فرمایا: "لَا تَغْضَبْ"[ii]،
یعنی غصہ نہ کرو، جو کہ جذباتی توازن کا اہم اخلاقی اصول ہے۔

اسلامی سکالر ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں تیرہ سال مسلسل اخلاقی اصلاح پر محنت کی، آپ کا اولین ہدف افراد کی اخلاقی تربیت تھی، کیونکہ معاشرتی تبدیلی کا آغاز فرد کی اصلاح سے ہوتا ہے"[iii]

نبی ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی اخلاقی بلندی قرار دیا، چنانچہ فرمایا:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ"[iv]

سیرت کے جدید محقق ڈاکٹر سمیع اللہ فراز لکھتے ہیں: "سیرتِ نبوی ﷺ اخلاقی اصولوں کی ایک جامع درسگاہ ہے، جو نہ صرف مسلمان بلکہ انسانیت کے لیے ایک ہمہ گیر ضابطہ اخلاق مہیا کرتی ہے"۔[v]

آپ ﷺ نے دشمنوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک اور درگزر کا مظاہرہ فرمایا۔ فتحِ مکہ کے موقع پر جب تمام مخالفین سر جھکائے کھڑے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ"۔ یہ الفاظ نہ صرف اخلاقی فتح کی علامت تھے بلکہ عملی درگزر کا بے مثال مظاہرہ بھی۔

اخلاقی اصلاح کے لیے آپ ﷺ نے خطوط، وفود، انفرادی ملاقاتوں، اور خطبوں کا بھرپور استعمال کیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے وقت نصیحت فرمائی: "يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا"۔[vi]

ان ہدایات میں اخلاقِ دعوت، نرمی اور حسنِ سلوک کے اصول پنہاں ہیں۔ انفرادی تربیت میں جہاں آپ ﷺ نے سیدنا عمرؓ جیسے جلالی مزاج صحابہ کو حلم و ضبطِ نفس سکھایا، وہیں سیدنا ابوذرؓ جیسے متشدد مزاج افراد کو عاجزی و انکساری کا سبق دیا۔ علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں: "نبی ﷺ کی تربیت عملی، شخصی، اور اخلاقی بنیادوں پر استوار تھی، جو صرف مذہبی نہیں بلکہ ہمہ گیر انسانی تربیت تھی۔[vii]

اخلاقی تربیت کے سلسلے میں سیرتِ طیبہ کے یہ پہلو آج بھی معاشروں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ سیرت کانفرنسز اور تحقیقی مضامین میں مسلسل یہ پہلو زیرِ بحث آرہا ہے۔ ڈاکٹر طارق صدیقی اپنے تحقیقی مضمون "سیرتِ طیبہ اور انسانی اخلاق" میں لکھتے ہیں: "اگر آج کے مسلمان نبی ﷺ کے اخلاق کو اپنائیں تو باہمی نفرت، انتشار اور بداعتمادی کا خاتمہ ممکن ہے"[viii]

انفرادی اخلاقی تربیت سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

1. صداقت (سچائی)

سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اخلاقی صفات میں سب سے بلند مقام صداقت کو حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی صداقت کی عملی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ کو نبوت سے پہلے ہی "الصادق الامین" کے لقب سے جانا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صداقت کو مومنین کی بنیادی صفت قرار دیا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ"[ix]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

سیرت کے ایک واقعہ میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، جنہوں نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی تھی، جب نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تو انہوں نے سچ بولنا ہی بہتر سمجھا۔ اُن کی سچائی کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اور ان کی توبہ قبول ہونے کا اعلان فرمایا:

"لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ...[x]

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ...[xi]

سچائی انسان کو نجات، عزت، اطمینان قلب اور معاشرتی اعتماد عطا کرتی ہے۔ سیرت نبوی ﷺ ہمیں سکھاتی ہے کہ سچ بولنا صرف زبان کی حد تک نہیں بلکہ نیت، ارادہ، عمل، وعدہ، معاملات، اور ہر قول و فعل میں صداقت ہونا چاہیے۔

2. استقامت

استقامت کا مفہوم ہے کہ انسان سچائی اور ہدایت کے راستے پر ثابت قدم رہے، چاہے دنیا کے حالات جیسے بھی ہوں۔ یہ وہ خوبی ہے جو کسی شخص کو وقتی فائدے یا مخالفت کے خوف سے ہٹائے بغیر سیدھے راستے پر گامزن رکھتی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ[xii]

"تم سب کا معبود صرف ایک ہی ہے، تو اسی کی طرف سیدھے ہو جاؤ، اور اس سے مغفرت مانگو، اور مشرکوں کے لیے خرابی ہے۔"

استقامت کی اعلیٰ مثال انبیاء کرام نے پیش کی، خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کی مخالفت کے باوجود توحید پر ڈٹے رہے۔ استقامت صرف عبادت میں نہیں بلکہ رویے، نیت اور گفتار میں بھی مطلوب ہے۔

3. صبر

صبر کا مطلب ہے خود کو جذبات، تکلیف یا مصیبت کے وقت قابو میں رکھنا، اور اللہ پر مکمل بھروسا رکھنا۔ صبر کرنے والوں کو قرآن میں بڑے اجر کی نوید دی گئی ہے:

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ[xiii]

"پھر وہ لوگ جو ایمان لائے، اور ایک دوسرے کو صبر اور رحم کی تلقین کرتے رہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو صبر کی تلقین ان الفاظ میں کی

اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا[xiv]

"اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔"

نبی اکرم ﷺ کو بھی صبر کا حکم دیا گیا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ[xv]

"پس صبر کرو جیسے بلند ہمت رسولوں نے صبر کیا۔"

"صبر نہ صرف انفرادی سطح پر نفسیاتی سکون فراہم کرتا ہے بلکہ اجتماعی طور پر معاشرے میں برداشت، رواداری اور عفو و درگزر کا مزاج پیدا کرتا ہے۔

4. شکر

شکر گزاری وہ خوبی ہے جس سے انسان اللہ کی نعمتوں کو پہچانتا اور ان کا اعتراف کرتا ہے۔ شکر دل، زبان اور عمل سے ہونا چاہیے۔

قرآن میں فرمایا:

لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ[xvi]

"اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں ضرور زیادہ دوں گا۔"

اور ایک اور جگہ ارشاد ہے:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ[xvii]

"تم میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔"

ناشکری کی مذمت اور اس کا انجام احادیث میں بھی ذکر ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کی اکثریت کے جہنم میں جانے کی وجہ شوہروں کی ناشکری کو قرار دیا۔ "شکر گزاری، روحانی ترقی کا وہ زینہ ہے جس پر انسان کھڑا ہو کر ہر حالت میں اللہ کو یاد کرتا ہے، اور یہی بندگی کی معراج ہے۔"[xviii]

5. خوش کلامی:

خوش کلامی ایک ایسا وصف ہے جو انسان کی شخصیت میں نرمی، وقار اور محبت پیدا کرتا ہے۔ جب انسان محبت بھرے اور نرمی سے بھرپور الفاظ کے ساتھ دوسروں سے بات کرتا ہے تو اس کے باہمی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں اور معاشرتی ہم آہنگی فروغ پاتی ہے۔ ایسا معاشرہ دنیا میں جنت کا سا منظر پیش کرتا ہے۔ جنت کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہاں کوئی بدزبانی، غیبت، فریب یا ذہنی اذیت دینے والی بات نہیں ہوگی۔ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو اسلامی تعلیمات کے ذریعے دنیا کو بھی جنت جیسا بنانے کی تعلیم دی ہے۔ اگر انسان ان اعلیٰ اخلاقی اصولوں کو اپنا لے، جن کی قرآن و سنت میں تلقین کی گئی ہے، تو دنیا بھی جنت کا عکس بن سکتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ انسان کو خوش اخلاقی اور خوش کلامی کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے:

"وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا"[xix]

یعنی: "اور لوگوں سے نرمی اور بھلے انداز میں بات کرو۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ، إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ، إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا"[xx]

"اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ وہ ایسی بات کریں جو بہترین ہو، بے شک شیطان ان کے درمیان فساد ڈالتا ہے، یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔"

یہ آیات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اسلام انسان کو خوش مزاجی، نرمی اور حسنِ اخلاق کی تلقین کرتا ہے تاکہ ایک پُرامن اور خوشحال معاشرہ تشکیل پائے۔

6. دیانت داری (امانت و صداقت)

نبی کریم ﷺ کی شخصیت دیانت و امانت کا کامل نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی دیانت اس قدر مشہور تھی کہ مکہ کے مشرکین بھی آپ ﷺ کو "امین" کہتے تھے۔ قرآن مجید میں رسولوں کا عمومی تعارف اس انداز سے کروایا گیا:

"إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ"[xxi]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"آدمی میں جب خیانت داخل ہوتی ہے تو وہ اس کے ایمان کو خراب کر دیتی ہے۔"[xxii]

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تم اپنی امانتیں ان لوگوں کو واپس کیا کرو جو تم پر امانت رکھیں۔"[xxiii]

امانت و دیانت ایک صالح معاشرے کی بنیاد ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں ہمیں سیکھنے کو ملتا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے تعلقات، معاملات، معیشت اور سیاست مضبوط بنیادوں پر استوار ہوں تو ہمیں دیانت کو اپنانا ہو گا۔

7. وعدے کی پابندی

رسول اللہ ﷺ نے زندگی بھر جو وعدہ کیا اُسے پورا کیا۔ چاہے وہ دشمن کے ساتھ معاہدہ ہو یا کسی صحابی سے معمولی وعدہ۔ قرآن مجید میں وعدے کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا:

"وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا"[xxiv]

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جس میں تین باتیں ہوں وہ منافق ہے: جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے، اور جب امانت دی جائے تو خیانت کرے۔[xxv]

نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد ان تمام لوگوں کے ساتھ بھی معاہدے پورے کیے جو ماضی میں آپ کے دشمن تھے۔ یہ سیرت ہمیں سکھاتی ہے کہ وعدے کی پابندی دین اسلام کا اخلاقی اصول ہے، اور اس میں کوتاہی کرنا سنگین اخلاقی خرابی ہے

8. عفت و پاکدامنی

اسلامی تعلیمات کے مطابق عفت و پاکدامنی مرد و زن دونوں کے لیے ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں پاکیزگی و عفت کا عملی مظاہرہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے بہتر ہو۔"[xxvi]

قرآن مجید میں فرمایا:

"وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ..."[xxvii]

زنا کے قریب جانے سے بھی منع کیا گیا:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا"[xxviii]

نبی کریم ﷺ کی سیرت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ عفت و پاکدامنی نہ صرف انفرادی کردار کی بلندی کا ذریعہ ہے بلکہ یہ پورے معاشرے کی بنیاد ہے۔ یہ تمام اخلاقی صفات — سچائی، دیانت، وعدہ وفا اور پاکدامنی — سیرت النبی ﷺ کے وہ روشن پہلو ہیں جن کی پیروی کرتے ہوئے ایک فرد نہ صرف خود کو بہتر بناتا ہے بلکہ ایک مثالی اسلامی معاشرہ قائم کرنے میں بھی کردار ادا کرتا ہے۔

9. اصلاحِ نفس اور اخلاقی پاکیزگی انفرادی تربیت

سیرتِ نبوی ﷺ کا اولین مقصد انسان کے ظاہر و باطن کو پاک کرنا اور اخلاقی بنیادوں پر شخصیت کو تعمیر کرنا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی دعوت کا نقطۂ آغاز ہی تطہیرِ نفس، ایمان، اور نیک اعمال کی تلقین تھی۔ آپ ﷺ نے ہر فرد کو سب سے پہلے اپنی ذات کی اصلاح کی دعوت دی۔ قرآنِ حکیم کی سورۃ الشّمس میں فرمایا گیا:

"قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا، وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا[xxix]

یعنی جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب ہوا، اور جس نے اسے آلودہ کیا وہ ناکام ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اسی تعلیم کی عملی تصویر پیش کی، آپ ﷺ کی راتوں کی عبادت، کثرتِ استغفار، عاجزی، توکل اور تقویٰ اس تربیت کا عملی نمونہ تھے۔ ابن القیمؒ بیان کرتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے قلوب کی اصلاح پر زور دیتے تھے، کیونکہ جب دل درست ہو جائے تو باقی اعضا خود بخود درست ہو جاتے ہیں۔[xxx]

10. خودداری اور عزتِ نفس

خودداری ایک بلند اخلاقی خوبی ہے جو انسان کے کردار اور وقار کو نکھارتی ہے۔ یہ وصف فرد کو برے لوگوں اور غلط صحبت سے الگ کرتا ہے۔ ہر حالت میں، خواہ مجلس ہو یا تنہائی، کھانے پینے کا وقت ہو یا عام چال ڈھال، ایک باوقار انسان کو خودداری کا عملی مظاہرہ کرنا چاہیے۔ ساتھ ہی، اسے تکبر اور گھمنڈ سے مکمل پرہیز کرنا لازم ہے، کیونکہ غرور انسان کو ذلت کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت میں وہ داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو۔" ایک شخص نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ میرے کپڑے اور جوتے خوبصورت ہوں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، لیکن تکبر یہ ہے کہ آدمی حق کو نہ مانے اور لوگوں کو حقیر جانے۔"

علماء نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جس کے دل میں ذرا سا بھی ایمان ہو گا، وہ دائمی جہنم کا مستحق نہیں ہو گا بلکہ بالآخر نجات پا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا، وہ جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

ایسے بلند کردار رکھنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں تعریف فرمائی:

"وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا"[xxxi]

"اور جب وہ کسی لغویات کے قریب سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔"

11. حق گوئی

حق گوئی ایک اعلیٰ اخلاقی وصف ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات میں شامل ہے۔ اسلام سچائی کو نہ صرف انفرادی کردار کا حصہ قرار دیتا ہے بلکہ اسے اجتماعی اصلاح اور عدل کا ستون بھی بناتا ہے۔ سچ وہی معتبر اور قابلِ قدر ہے جو مصلحتوں یا خوف کے دباؤ سے بالاتر ہو کر کہا جائے، حتیٰ کہ جابر اور ظالم حکمرانوں یا گروہوں کے سامنے بھی۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے شرک پر برملا اظہارِ بیزاری کرتے ہوئے فرمایا:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ [xxxii]

"اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔"

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے حق کو بے خوف و خطر بیان کرنے کا حکم دیا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ [xxxiii]

"پس آپ اس بات کو کھول کر بیان کیجیے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور مشرکوں سے کنارہ کش ہو جائیے۔"

یہی وہ معیارِ حق گوئی ہے جو نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ میں نمایاں نظر آتا ہے، جہاں آپ ﷺ نے کسی مصلحت یا دباؤ کے بغیر ہر موقع پر حق کا پرچم بلند رکھا، خواہ وہ مکہ کے سردار ہوں یا اپنے قریبی عزیز۔

12. حسنِ خلق اور اعلیٰ کردار

نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ایک بڑا مقصد حسنِ اخلاق کی تکمیل تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ" [xxxiv]

آپ ﷺ کا حلم، صبر، بردباری، عفو، ایثار، تواضع اور عدل تمام انسانوں کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ مثال کے طور پر فتحِ مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کو عام معافی عطا کی، حالانکہ وہ سخت مظالم ڈھا چکے تھے۔ یہ عظیم ظرفی اور عفو کی اعلیٰ مثال تھی۔ طبریؒ نے اس موقع پر نقل کیا:

"قال رسول الله ﷺ: لا تثریب علیکم الیوم، اذھبوا فأنتم الطلقاء" [xxxv]

اجتماعی اخلاقی تربیت سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

اسلام ایک ایسا جامع دین ہے جو فرد کے ساتھ ساتھ معاشرے کو بھی اخلاقی اصولوں پر استوار دیکھنا چاہتا ہے۔ سیرتِ طیبہ ﷺ میں نہ صرف انفرادی اخلاق بلکہ اجتماعی اخلاق کی بھی عظیم مثالیں موجود ہیں، جن کے ذریعے ایک مثالی اسلامی معاشرہ وجود میں آیا۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ایک بڑا مقصد بھی "مکارمِ اخلاق کی تکمیل" تھا ِنّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ صَالِحَ الْاَخْلَاقِ۔ ان کے اقوال، افعال، اور فیصلے

معاشرتی انصاف، اخوت، ہمدردی، رواداری، عدل و مساوات، خدمتِ خلق، حسنِ سلوک اور صلح جوئی جیسے اعلیٰ اخلاقی اصولوں پر مبنی تھے۔

1۔ نبی کریم ﷺ کی اجتماعی اخلاقی تربیت: معاشرتی عدل و مساوات

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا سب سے نمایاں اور روشن پہلو معاشرتی عدل و مساوات کا عملی نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے جس معاشرے میں نبوت کی ابتدا فرمائی، وہ جاہلیت، طبقاتی تفاوت، قبائلی تعصب، مال و نسب کے غرور اور ظلم و زیادتی کا شکار تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام رذائل کے خلاف نہ صرف وعظ فرمایا بلکہ اپنی سیرت سے ایک عملی نمونہ پیش کیا جو ہر دور میں قابلِ تقلید ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها"۔[xxxvi]

"اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"۔ یہ جملہ معاشرتی عدل و انصاف کی اس انتہا کو ظاہر کرتا ہے جہاں کسی بھی شخص کو، خواہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو، قانون سے بالاتر نہیں سمجھا گیا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اسلامی معاشرے میں انصاف کی بنیاد رکھی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے مساوات کے نفاذ کے لیے کئی انقلابی اقدامات کیے۔ بلال حبشیؓ، صہیب رومیؓ، سلمان فارسیؓ جیسے غیر عرب اور غلام النسل افراد کو نہ صرف اسلامی معاشرے میں برابری کی سطح پر جگہ دی بلکہ انہیں عزت و شرف کا مقام عطا فرمایا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: "ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار (بلالؓ) کو آزاد کیا"[xxxvii] یہ جملہ اس معاشرتی عدل کی علامت ہے جو رسول اللہ ﷺ کی تربیت سے جنم لیتا ہے، جہاں امتیاز رنگ و نسل مٹایا گیا۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ نے کسی قبیلہ یا نسل کو محض اس کی پیدائش پر فوقیت نہیں دی، بلکہ تقویٰ کو معیار قرار دیا، اور یہی وہ تعلیم ہے جس نے دنیا کے بگڑے ہوئے معاشروں کو عدل و مساوات کا حقیقی مفہوم سکھایا۔[xxxviii]

نبی کریم ﷺ نے آخری خطبہ میں عدل و مساوات کے اصول کو دنیا کے سامنے ایک ابدی قانون کے طور پر پیش کیا:

"اے لوگو! تم سب کا رب ایک ہے، اور تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے پیدا ہوا۔ عرب کو عجم پر کوئی فضیلت نہیں، نہ عجم کو عرب پر؛ نہ کالے کو گورے پر، نہ گورے کو کالے پر؛ فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔[xxxix]

معروف محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات نے انسانی معاشرے سے نسلی تفاوت اور معاشرتی استحصال کے جاہلی نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ آپ نے ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جس میں انصاف، برابری اور عزتِ انسانی کو بنیادی اصول کی حیثیت حاصل تھی۔"[xl]

معروف اسلامی اسکالر ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ نے اسلامی معاشرے کو طبقاتی نظام سے پاک کر کے ایک ایسا توازن قائم کیا جہاں کسی غریب، غلام یا حبشی کو کمتر نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ آپ نے غلاموں کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھایا، ان کی بات سنی، ان کے حقوق بیان کیے۔[xli]

اسی تسلسل میں برصغیر کے محقق علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب سیرت النبیؐ میں لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے مساواتِ انسانی کی جو عملی تصویر پیش کی، اس کی نظیر تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ آپ کے پاس اگر کوئی قریشی آتا تو بھی وہی عدل ورحم پاتا، اور اگر کوئی غلام آتا تو بھی اسی نگاہِ کرم کا مستحق ٹھہرتا۔"[xlii]

جدید تحقیق میں ڈاکٹر حلیم فاروقی کا مضمون "سیرتِ طیبہ میں عدل و انصاف کا تصور" بھی اس پہلو کو خوب اجاگر کرتا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں:

"رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ نے معاشرتی عدل کو محض قانون کی سطح پر نہیں، بلکہ قلبی احساس اور انسانی احترام کی سطح پر نافذ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک غلام بھی خود کو اسلامی ریاست میں محفوظ سمجھتا تھا۔[xliii]

نبی کریم ﷺ کی یہی تعلیمات آج بھی دنیا کے ہر غیر منصفانہ نظام کے خلاف ایک منہ بولتا چیلنج ہیں۔ اگر اسلامی معاشرے اس اصولِ نبوی پر دوبارہ قائم ہو جائیں تو نہ کوئی امیر کے حق میں جھکنے والا نظام باقی رہے گا اور نہ غریب انصاف سے محروم ہوگا۔ عدل، برابری اور مساوات کا وہ معیار جو نبی کریم ﷺ نے قائم کیا، وہ صرف سنانے کی نہیں بلکہ ہر صاحبِ ایمان کے لیے اپنانے کی چیز ہے۔

2. نبی کریم ﷺ کی سیرت میں رواداری اور صلہ رحمی کی عملی مثالیں

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ نہ صرف انسانیت کے لیے ایک کامل نمونہ ہے، بلکہ ہر اُس شخص کے لیے مشعلِ راہ ہے جو رواداری، صلح، معافی، عفو، صلہ رحمی اور انسانی اخلاق کے اعلیٰ ترین معیار کو اپنانا چاہتا ہے۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کو "رحمةً للعالمین" قرار دیا گیا، اور یہ رحمت کسی مخصوص قوم، قبیلے، یا مذہب تک محدود نہیں تھی بلکہ پوری انسانیت، جانوروں اور ماحول تک پھیلی ہوئی تھی۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کے ہر لمحے میں رواداری اور صلہ رحمی کی روشن مثالیں ملتی ہیں

حضرت محمد ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں کے ساتھ بھی جس رواداری اور عفو و درگزر کا مظاہرہ کیا، وہ انسانی تاریخ میں بے مثال ہے۔ فتح مکہ کے دن جب آپ ﷺ کے ہاتھ میں مکمل اختیار تھا، اور آپ اپنے ان دشمنوں کے سامنے فاتح بن کر کھڑے تھے

جنھوں نے سالوں تک آپ کو اور آپ کے اصحاب کو ستایا، قتل کی سازشیں کیں، بائیکاٹ کیا، شعبِ ابی طالب میں محصور رکھا، اور طائف میں پتھر مارے، تب آپ ﷺ نے نہ صرف ان سب کو معاف فرمایا بلکہ فرمایا:

"لا تثریب علیکم الیوم، اذھبوا فأنتم الطلقاء

"آج تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

یہ وہ رواداری ہے جو آج کی دنیا میں مہذب قوموں کے ہاں بھی ناپید ہے۔ اس اعلان سے قبل آپ ﷺ نے یہ سوال کیا تھا: "اے قریش! تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو؟" تو سب نے کہا: "ہم آپ سے بھلائی ہی کی امید رکھتے ہیں، کیونکہ آپ ایک شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔"[xliv]

اسی فتح مکہ کے موقع پر حضرت عکرمہ بن ابی جہل، جو شدید دشمنی میں معروف تھے، اسلام قبول کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کو سختی سے منع فرمایا کہ "عکرمہ کے سامنے ان کے والد ابو جہل کو برا بھلا نہ کہنا، کیونکہ مردوں کو برا بھلا کہنا زندوں کو تکلیف دیتا ہے"۔[xlv]

نبی کریم ﷺ کی صلہ رحمی کی ایک روشن مثال یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ان رشتہ داروں کے ساتھ بھی تعلق قائم رکھا جنھوں نے ہجرت کے وقت آپ کو چھوڑ دیا تھا۔ آپ نے فرمایا:

لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِي، وَلَكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا"[xlvi]

"اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلے میں رشتہ جوڑے، بلکہ وہ ہے جو قطع تعلق کے باوجود رشتہ جوڑے۔"

یہ قول نہیں بلکہ آپ ﷺ کا عمل بھی تھا۔ طائف کے سفر کے بعد جب آپ ﷺ شدید زخمی اور غمزدہ حالت میں واپس آئے تو فرشتے نے پیش کش کی کہ اگر آپ ﷺ کہیں تو وہ دونوں پہاڑوں کو ان پر گرا دے جو آپ کو پتھر مار رہے تھے، لیکن آپ ﷺ نے دعا کی:

"اللھم اھد قومی فإنھم لا یعلمون"[xlvii]

"اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، کیونکہ وہ نہیں جانتے۔"

یہ وہ بلند اخلاق ہے جو محض جذباتی صبر نہیں بلکہ عملی رحم دلی اور دلوں کو جوڑنے کی حکمتِ عملی کا حصہ ہے۔

علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ میں اس عملِ رواداری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محمد ﷺ کا طائف کا واقعہ صرف تاریخ کا ایک دلخراش باب نہیں بلکہ وہ انمول سبق ہے کہ انسان کی اصل کامیابی انتقام میں نہیں، بلکہ معافی میں ہے، اور دلوں کی فتح تلوار سے نہیں بلکہ حلم و کرم سے ممکن ہے"[xlviii]

رواداری اور صلہ رحمی کا مظاہرہ صرف مسلمانوں کے ساتھ نہیں بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی کیا گیا۔ نجران کے عیسائیوں کا وفد جب مدینہ آیا تو آپ ﷺ نے ان سے نرمی اور عزت کا برتاؤ فرمایا، ان کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دی اور مذہبی رواداری کی اعلیٰ مثال قائم کی[xlix]

مزید برآں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ"[l]

”زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔“

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رواداری کا دائرہ کار مذہب و ملت سے بلند ہو کر عالمگیر انسانی جذبہ بن چکا تھا۔

جدید اسلامی مفکر ڈاکٹر یوسف القرضاوی اپنی کتاب الرسول والرحمۃ میں لکھتے ہیں:

"حضور ﷺ کی زندگی میں ہمیں وہ عملی رہنمائی ملتی ہے جس میں دینی اصولوں کو انسانی اخلاقیات سے ہم آہنگ کیا گیا۔ ان کی رواداری صرف سیاسی یا مصلحتی نہیں بلکہ قلبی تھی۔"[li]

اسی طرح ایک معاصر محقق ڈاکٹر عبد الحلیم محمود نے اپنی تحریر میں ذکر کیا ہے

"محمد ﷺ کی رواداری اور صلہ رحمی صرف تاریخ کا حصہ نہیں بلکہ آج کے بین الاقوامی تعلقات، مذہبی مکالمے اور معاشرتی ہم آہنگی کے لیے بنیادی اصول ہیں"[lii]

3. خدمتِ خلق اور اجتماعی بہبود

سیرتِ طیبہ کا مطالعہ اس حقیقت کو روشن کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو خدمتِ خلق اور انسانیت کی اجتماعی بھلائی سے معمور تھا۔ آپ ﷺ نے خدمتِ خلق کو نہ صرف انفرادی نیکی سمجھا بلکہ اسے امتِ مسلمہ کے اجتماعی کردار کا لازمی جزو قرار دیا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ"[liii]

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا

۔ یہ آیت اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد انسانیت کے لیے خیر اور بھلائی تھا۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی اسلامی ریاست کی بنیاد جن اصولوں پر رکھی، ان میں غرباء، یتامیٰ، مساکین، بیماروں، مسافروں، غلاموں اور کمزور طبقات کے حقوق کا مکمل تحفظ شامل تھا۔ امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ

"اَفۡضَلُ الاَعۡمَالِ اَنۡ تُدۡخِلَ عَلَی اَخِیۡکَ الۡمُسۡلِمِ سُرُوۡرًا..."۔[liv]

بہترین عمل یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کے دل میں خوشی داخل کرو۔ نبی کریم ﷺ خود بھوکے رہے لیکن دوسروں کو کھانا کھلایا، محتاجوں کو لباس دیا، اور بیواؤں کی کفالت فرمائی۔

عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رمضان کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ خیر و سخا میں تیز ہوا سے بھی زیادہ فراخدل ہوتے۔۔[lv]

آپ ﷺ کے درِ دولت سے کوئی سائل خالی نہ جاتا، اور کبھی کسی سے "نہیں" نہ کہا۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال نبی ﷺ کی خدمت کی، آپ نے کبھی "اف" تک نہ کہا، نہ ہی کبھی کسی کام پر ناراضگی ظاہر کی۔[lvi]

معروف مؤرخ علامہ شبلی نعمانی نے بھی ذکر کیا ہے: "حضور کی زندگی ایک سچے خادمِ خلق کی حیثیت سے سامنے آتی ہے، جس میں قوموں کی فلاح اور افراد کی بہتری کا ہر پہلو نظر آتا ہے[lvii]"

یہی جذبہ بعد میں صحابۂ کرامؓ کے کردار میں بھی منتقل ہوا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی پیاسا مر جائے تو عمر سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا"۔۔[lviii]

یہ تصور خدمت و فلاح کا وہ آئینہ ہے جو سیرتِ نبوی ﷺ سے چمکتا ہے۔ عصر حاضر کے محققین نے بھی اس پہلو کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر طاہر الحسن لکھتے ہیں: "نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ خلق محض صدقہ و خیرات تک محدود نہ تھی بلکہ انہوں نے نظامِ عدل، بیت المال، طبی امداد، اور معاشی انصاف کو بھی عوامی خدمت کا حصہ بنایا"۔[lix]

اسی طرح ڈاکٹر صادق کلھوڑو اپنی تحقیق میں بیان کرتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ کی فلاحی ریاست مدینہ انسانی ہمدردی کا ایک ایسا ماڈل ہے جو دنیا کے تمام فلاحی نظاموں کے لیے قابلِ تقلید ہے"[lx]

۔ان تمام حوالوں اور تاریخی و دینی شواہد سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خدمتِ خلق اور اجتماعی بہبود کو نہ صرف اپنی سیرت کا حصہ بنایا بلکہ اسے دینِ اسلام کے معاشرتی اصولوں میں مرکزی حیثیت دی، اور امت کو عملی نمونہ مہیا فرمایا جس کی روشنی آج بھی دنیا کے مظلوم، مجبور اور محتاج انسانوں کے لیے ایک چراغ راہ ہے

4. معاہدۂ مدینہ: بین المذاہب و اقوامی ہم آہنگی کی صورت میں اجتماعی تربیت

نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے قبائل، مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر گروہوں کے ساتھ معاہدہ مدینہ کیا جو کہ معاشرتی رواداری، باہمی دفاع، مذہبی آزادی اور شہری حقوق کا آئینہ دار تھا۔ یہ پہلا تحریری آئین تھا جو مختلف قوموں اور مذاہب کو ایک نظام میں متحد کرتا تھا۔ "یہود اپنے دین پر اور مسلمان اپنے دین پر رہیں گے، اور دونوں کے درمیان عدل و انصاف کیا جائے گا۔"[lxi]

یہ معاہدہ دنیا کے جدید آئینی اصولوں سے صدیوں پہلے نافذ ہوا اور آج بھی کثیر المذاہب و اقوامی معاشروں کے لیے ایک مثالی نمونہ ہے۔

5. سیرت النبی ﷺ میں فواحش و منکرات کے انسداد کی حکمت عملی

نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی فواحش، منکرات، ظلم، جہالت، عصبیت اور بد اخلاقی کے خلاف جہاد مسلسل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ نے فواحش و منکرات کو صرف قانونی یا ظاہری حد تک نہیں روکا، بلکہ ان کے پس پردہ ذہنی، معاشرتی اور اخلاقی عوامل کا بھی خاتمہ فرمایا۔ بعثت کے ابتدائی ایام میں ہی آپ ﷺ نے مکہ کی فاسق و فاجر سوسائٹی کے خلاف نہایت بصیرت و حکمت کے ساتھ اپنی دعوت کا آغاز کیا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے انسان کے باطن کو مخاطب بنایا، جیسا کہ سورۂ شمس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا، وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا"[lxii]

جس نے نفس کو پاک کیا وہی فلاح پائے گا، اور جس نے اسے دبا دیا وہ ناکام ہو گا۔

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اندر سے پاک کرنے کی سعی کی، کیونکہ یہی فواحش و منکرات کا اصل منبع ہے۔

نبوی حکمتِ عملی میں اصلاحِ اخلاق بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق"[lxiii]

"میں صرف اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق کے اعلیٰ درجوں کو مکمل کر دوں"۔

اس فرمان میں فواحش کے خلاف جنگ کا بنیادی اصول موجود ہے، کہ اس کا حل سخت سزا یا سرزنش نہیں بلکہ اخلاقی تربیت اور روحانی تزکیہ ہے۔ چنانچہ مدینہ میں آپ ﷺ نے فحاشی کی تمام بنیادوں کو ختم کیا، جیسے شراب، قمار، زنا، عریانی، عورتوں کا بے جا اختلاط، اور لغو شاعری۔ سورہ نور میں زنا پر حد جاری کرنے کے احکام بھی اسی معاشرتی اصلاح کا حصہ تھے، لیکن اس سے پہلے نبی ﷺ نے تربیت، تبلیغ، انذار اور اخلاقی ماحول کی تشکیل کی تھی۔

نبوی طرز عمل میں فحاشی کے اسباب کو روکنا بھی شامل تھا۔ مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ"[lxiv]

"کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ میں نہ ہو جب تک اس کے ساتھ محرم نہ ہو"۔
اس میں فحاشی کے راستے بند کرنے کی تعلیم ہے، جسے جدید اخلاقیات کی زبان کہا جاتا ہے۔ اسی طرح سورہ احزاب کی آیت 53 اور سورہ نور کی آیات 30-31 میں نگاہوں کی حفاظت اور حجاب کے احکام کے ذریعے فحاشی کا دروازہ بند کیا گیا۔ سیرت النبی ﷺ کے اس پہلو کو علمی انداز میں اجاگر کرنے کے لیے ڈاکٹر فضل الرحمن نے اپنے مقالے
میں نبی ﷺ کی معاشرتی حکمت عملی کو عصرِ جدید کی اخلاقی تحریکات سے برتر قرار دیا ہے۔[lxv]
اسی طرح ڈاکٹر زاہد الراشدی نے "سیرت طیبہ اور عصر حاضر" میں لکھا ہے کہ "نبی کریم ﷺ نے فواحش کے انسداد کے لیے صرف حدود نافذ نہیں کیں بلکہ معاشرے میں پاکیزگی کا مزاج پیدا کیا"[lxvi]۔
ایک قابلِ ذکر پہلو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نوجوان نسل کو فواحش سے بچانے کے لیے ان کے فطری جذبات کو تسلیم کیا اور ان کی رہنمائی فرمائی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک نوجوان آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دے دیں۔ صحابہ کرام غصے میں آئے مگر نبی ﷺ نے فرمایا: "کیا تُو چاہے گا کہ کوئی تیری ماں، بہن، بیٹی یا بیوی سے ایسا کرے؟" نوجوان نے کہا: "نہیں، کبھی نہیں!" آپ ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا اور دعا فرمائی، چنانچہ وہ نوجوان ہمیشہ کے لیے پاکیزہ ہو گیا[lxvii]۔

یہ سیرت طیبہ کی وہ انقلابی حکمت عملی ہے جس میں منکرات کے خلاف تربیت، شفقت، دلیل، اور روحانی اثر کے ذریعے اصلاح کی جاتی ہے۔
مزید برآں، عصرِ حاضر کے محققین جیسے ڈاکٹر محمد طاہر منصوری نے اپنی کتاب "اسلامی معاشیات میں اخلاقیات کا کردار" (اسلام آباد: اسلامی تحقیقاتی ادارہ، 2017) میں فواحش کے انسداد کو اسلامی معیشت کی بھی شرط قرار دیا ہے، کیونکہ بے حیائی اور بدعنوانی کا گٹھ جوڑ سماجی بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سماجی بگاڑ کو جڑ سے ختم کیا اور عدل، تقویٰ، عفت، اور طہارت پر مبنی معاشرہ قائم کیا۔

6. صلح حدیبیہ: مفاہمت وسیاسی بصیرت اجتماعی تربیت

نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں صلح حدیبیہ کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے، جو اجتماعی اخلاقی تربیت کے ایک بے مثال عملی نمونے کے طور پر دیکھی جاتی ہے۔ اس معاہدے کے وقت صحابۂ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اس معاہدے کے شرائط مسلمانوں کے مفادات کے خلاف ہیں۔ کفارِ مکہ کو بظاہر زیادہ رعایت دی گئی، اور مسلمانوں کو عمرہ کیے بغیر ہی واپس جانا پڑا۔ مگر نبی کریم ﷺ نے جذبات کے بجائے تدبر، سیاسی حکمت اور معاشرتی مفاہمت کو فوقیت دی۔

صلح حدیبیہ میں آپ ﷺ کا رویہ اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ ایک کامیاب معاشرہ صرف جنگ یا زور آزمائی سے نہیں، بلکہ فہم، برداشت اور اجتماعی فلاح کو ترجیح دے کر بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے وقتی نقصان کو قبول کیا تاکہ طویل المیعاد فائدے حاصل کیے جا سکیں۔ اسی صلح کی بدولت اگلے دو سالوں میں اسلام کو زبردست فروغ حاصل ہوا، اور ان لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا جو امن و امان کی فضا میں آپ ﷺ کی دعوت کو سننے کے قابل ہوئے۔ قرآن کریم نے صلح حدیبیہ کے موقع کو "فتح مبین" قرار دیا

"إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا"[lxviii]

یہ آیت اس بات کا اعلان ہے کہ بظاہر شکست نظر آنے والا عمل دراصل ایک روشن فتح تھا۔ نبی ﷺ کی یہ بصیرت اجتماعی اخلاقی تربیت کے اہم اصولوں کو اجاگر کرتی ہے: ذاتی مفاد پر اجتماعی بھلائی کو ترجیح دینا، غصے کے بجائے حکمت سے کام لینا، اور معاشرتی استحکام کو ہر حال میں مقدم رکھنا۔

نبی ﷺ کے اس رویے سے امت مسلمہ کو یہ سبق ملتا ہے کہ ایک مثالی قیادت وہی ہوتی ہے جو وقتی نفع و نقصان سے بالاتر ہو کر دور رس نتائج کو دیکھے، اور ایسی حکمتِ عملی اپنائے جس سے معاشرے میں امن، ہم آہنگی اور ترقی کے امکانات بڑھیں۔ یہی وہ اجتماعی اخلاقی تربیت ہے جس کی آج کے معاشروں کو بھی شدید ضرورت ہے[lxix]

7. اجتماعی اخلاقی تربیت میں رذائلِ اخلاق سے اجتناب۔

سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

چغلی اور غیبت سے اجتناب:

سیرتِ نبوی ﷺ میں چغلی اور غیبت کو سخت ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ"[lxx]

"چغل خور جنت میں داخل نہ ہو گا۔'

غیبت کے متعلق فرمایا:

"کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے

ایسے اعمال نہ صرف افراد کے درمیان نفرت پیدا کرتے ہیں بلکہ معاشرتی تفرقہ، بداعتمادی اور فتنہ کا سبب بنتے ہیں۔

تکبر سے اجتناب:

تکبر کو اللہ تعالیٰ نے اپنا لبادہ قرار دیا ہے اور فرمایا کہ جو تکبر کرے گا، اسے رسوا کیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص اپنے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر رکھتا ہو، وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔“[lxxi]

اسلامی معاشرے میں برابری، عاجزی اور انکساری کو فروغ دینا ضروری ہے، جس سے انسان دوسروں کا احترام سیکھتا ہے۔

ڈاکٹر حافظ محمد انور، اپنی کتاب اسلامی معاشرتی اقدار اور ان کا نبوی ﷺ نفاذ میں لکھتے ہیں:

"نبوی تربیت کا ایک نمایاں پہلو رذائل اخلاق کی نشان دہی اور ان کے خلاف مسلسل ذہن سازی ہے، تاکہ ایک اجتماعی طور پر مہذب معاشرہ قائم ہو، جس میں جھوٹ، چغلی، حسد، تکبر اور بددیانتی جیسی بیماریاں پنپ نہ سکیں۔[lxxii]"

حسد سے اجتناب

رسول اللہ ﷺ نے حسد کو ایک شدید روحانی مرض قرار دیا ہے جو نہ صرف فرد کی اندرونی تباہی کا باعث بنتا ہے بلکہ معاشرتی بگاڑ کی بھی جڑ ہے۔ حسد ایک ایسا منفی جذبہ ہے جو دوسروں کی نعمتوں پر ناخوشی اور ان کے زوال کی خواہش سے پیدا ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إياكم والحسد، فإن الحسد يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب[lxxiii]"

"حسد سے بچو، کیونکہ یہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ حسد صرف ایک اخلاقی رذیلہ نہیں بلکہ ایک ایسا مہلک مرض ہے جو نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے اور انسان کو روحانی و اجتماعی تنزلی کی طرف لے جاتا ہے۔ اجتماعی سطح پر اگر معاشرے کے افراد حسد سے پاک ہوں تو باہمی محبت، خیر خواہی اور ترقی کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

غیبت سے اجتناب

اجتماعی زندگی میں غیبت ایک خطرناک سماجی برائی ہے جو باہمی اعتماد کو ختم کر دیتی ہے اور دلوں میں دوری پیدا کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی سخت مذمت کرتے ہوئے فرمایا

"أتدرون ما الغيبة؟ قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: ذكرك أخاك بما يكره[lxxiv]

"کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جو وہ ناپسند کرے۔"

غیبت نہ صرف فردی گناہ ہے بلکہ اجتماعی اخلاقی نظام کی جڑیں کھوکھلی کرتی ہے۔ نبی ﷺ نے اسے مردے کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دے کر انتہائی گھناؤنی حرکت کہا:

"ولا يغتب بعضكم بعضاً، أيحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتاً فكرهتموه"[lxxv]

چغلی اور فتنہ انگیزی سے اجتناب

چغلی ایک ایسا رذیلہ ہے جو معاشرتی فساد کا بنیادی ذریعہ بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا یدخل الجنة نمام"[lxxvi]

"چغل خور جنت میں داخل نہ ہو گا۔

چغلی کرنے والا افراد کے درمیان بدگمانی، بغض اور تفرقہ پھیلاتا ہے۔ ایسی حرکتیں اجتماعی اخلاقی نظام کو تباہ کرتی ہیں۔

بدگمانی، تجسس اور طنز سے اجتناب

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں ان تمام رذائل سے اجتماعی طور پر منع فرمایا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا"[lxxvii]

یہ آیت اجتماعی زندگی میں ادب، رازداری، اور عزت نفس کی حفاظت کا حکم دیتی ہے۔ بدگمانی، تجسس اور غیبت معاشرتی اعتماد کو ختم کر دیتی ہے۔

اخلاقی تربیت کے موضوع پر محققین نے واضح کیا ہے کہ رذائلِ اخلاق سے اجتناب فرد کی اصلاح اور معاشرتی استحکام کا بنیادی تقاضا ہے۔ مثلاً:

"رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے فرد کے باطن کی اصلاح کے ذریعے ایک مضبوط، پُر امن اور باہمی احترام پر مبنی معاشرہ قائم فرمایا۔ رذائل اخلاق سے دوری اور فضائل اخلاق کی ترغیب سیرت کا بنیادی ہدف ہے[lxxviii]

حوالہ جات

---

[i] مسند احمد، حدیث: 24601

[ii] بخار محمد بن اسماعیل البخاری، رقم 6116

[iii] محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، کراچی: ادارہ معارف اسلامی، 1996، ص 45

[iv] موطا امام مالک، حدیث: 1614

[v] سمیع اللہ فراز، "اخلاق نبوی کی عصری معنویت"، جامعہ کراچی جرنل آف اسلامک ریسرچ، جلد 18، شمارہ 2، 2021، ص 76

[vi] بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، رقم: 3038

[vii] یوسف القرضاوی، سیرت نبوی کے تربیتی پہلو، قاہرہ: دار الشروق، 2005، ص 91

[viii] طارق صدیقی، سیرت جرنل، جامعہ دارالعلوم کراچی، شمارہ12، 2023، ص103

[ix] التوبہ:119

[x] التوبہ:117

[xi] البخاری، کتاب الادب، باب قول النبی: اصدقوا رقم324

[xii] سورۃ فصلت:6

[xiii] سورۃ البلد:17

[xiv] سورۃ الاعراف:128

[xv] سورۃ الاحقاف:35

[xvi] سورۃ ابراہیم:7

[xvii] سورۃ البقرہ:152

[xviii] ڈاکٹر یوسف القرضاوی: Islamic Ethics and Human Values, 2003 ص121

[xix] سورۃ البقرۃ، آیت83

[xx] سورۃ الاسراء، آیت53

[xxi] الشعراء:107

[xxii] مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی ہریرہ رقم4325

[xxiii] ابوداود، کتاب البیوع1241

[xxiv] الاسراء:34

[xxv] صحیح البخاری رقم243

[xxvi] ترمذی، کتاب المناقب رقم653

[xxvii] المؤمنون:5-7

[xxviii] الاسراء:32

[xxix] القرآن، سورۃ الشمس:9-10

[xxx] ابن القیم، محمد بن أبي بکر، مدارج السالکین، جلد1، ص:73، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1996

[xxxi] الفرقان:72

[xxxii]سورۃ الزخرف:26

[xxxiii]سورۃ الحجر:94

[xxxiv]الموطأ، مالک بن انس، کتاب حسن الخلق، باب ماجاء فی حسن الخلق، حدیث:1614

[xxxvi]بخاری، کتاب الحدود، باب: اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع رقم 432

[xxxvii]الاصابہ، ابن حجر، ج:1، ص:165

[xxxviii]ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ج:1، ص:35

[xxxix]مسند احمد بن حنبل، حدیث 23489

[xl]محمد حمید اللہ، خطباتِ بہاولپور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ص:142

[xli]محمود احمد غازی، محاضرات سیرت، دارالعلم، اسلام آباد، 2014، ص:216

[xlii]شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ، ندوۃ المصنفین، دہلی، ج:2، ص:98

[xliii]اسلامی معاشرتی اصول اور سیرتِ طیبہ کی روشنی، مطبوعہ: جامعہ کراچی ریسرچ جرنل، 2021، ص:64

[xliv]البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، جلد 4، ص 305

[xlv]الطبرانی، المعجم الکبیر، رقم 11810

[xlvi] صحیح البخاری، کتاب الادب، حدیث 5991

[xlvii] صحیح البخاری، حدیث 3477

[xlviii]شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، جلد 1، ص 285

[xlix]ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد 1، ص 357

[l]سنن ابی داود، حدیث 4941

[li]Yusuf al-Qaradawi, Al-Rasul wal-Rahma, Cairo: Al-Wafa, 2002, p. 113

[lii]Abdul Haleem Mahmood, Fi Fiqh al-Sira, Cairo: Dar al-Ma'arif, 1995, p. 229

[liii]الأنبیاء:107

[liv]سنن ابوداؤد، کتاب الادب، حدیث:5082

[lv] صحیح بخاری، کتاب الصوم، حدیث:1902

[lvi] صحیح بخاری، کتاب الآدب، حدیث:6038

[lvii] شبلی نعمانی، سیرت النبی، جلد2، لاہور: دارالاشاعت، 2010، ص145

[lviii] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج3، ص287

[lix] تحقیقات اسلامیہ، شمارہ45، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی، 2022، ص211

[lx] مجلسِ تحقیق برائے سیرت النبی ﷺ، لاہور، 2021، ص88

[lxi] ابن ھشام، عبد الملک۔ السیرۃ النبویہ، ج1، ص502۔ بیروت: دار المعرفۃ، 1997

[lxii] سورۂ شمس 91:9-10

[lxiii] موطا امام مالک، کتاب حسن الخلق، باب ماجاء فی حسن الخلق 1614

[lxiv] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ رقم 232

[lxv] The Prophetic Model for Social Reform" (Islamic Studies, Vol. 12, No. 1, 1973

[lxvi] ماہنامہ الشریعہ، اپریل 2018

[lxvii] مسند احمد، حدیث:22211

[lxviii] الفتح:1

[lxix] محمد حمید اللہ، خطباتِ بہاولپور (کراچی: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، 1993)، ص117

[lxx] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب مایکرہ من النمیمۃ، حدیث:6056

[lxxi] صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث:91

[lxxii] حافظ محمد انور، اسلامی معاشرتی اقدار اور ان کا نبوی ﷺ نفاذ (لاہور: مکتبہ فاروقیہ، 2017)، ص34

[lxxiii] سنن أبو داود، کتاب الآدب، باب في الحسد، حدیث:4903

[lxxiv] صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الغیبۃ، حدیث:2589

[lxxv] القرآن، الحجرات:12

[lxxvi] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، حدیث:105

[lxxvii] القرآن، الحجرات:12

[lxxviii] ڈاکٹر عارف نوید، سیرتِ نبوی اور اخلاقی تربیت کی حکمت عملی، لاہور: ادارہ تحقیقات اسلامی، 2020، ص155